قدرتی نظام کے تحت چالو رہتا ہے۔

اب اگر انسان قدرت کے عطا کردہ اس انعام کو اس کے قدرتی وطبعی نظام کے تحت چلنے نہ دے، یعنی نظام زندگی میں بے اعتدالی پر اتر آئے تو لازمی طور اس میں ٹوٹ پھوٹ اور مدوجزر پیدا ہوتا رہے گا۔ یوں مختلف اقسام کی بیماریاں لاحق ہوتی رہیں گی۔ انسانی صحت کی حفاظت کے لیے اس بات کا احساس کرنا نہایت ضروری ہے۔

اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿و فی أنفسکم أ فلا تبصرون ۞﴾ ''تمہارے نفسوں کے اندر بھی قدرت الٰہیہ کی نشانیاں ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں؟!'' اس آیت کریمہ کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہم اپنے جسم و جاں، دل و دماغ کو پروردگار کی نعمت سمجھ کر اس کی حفاظت کا اہتمام کریں اور تمام جسمانی ونفسیاتی صلاحیتوں کو منعم حقیقی کی بندگی اور عبادت میں استعمال کرتے رہیں۔ یہی اس عظیم نعمت کی شکر گزاری ہے۔

حجامہ (سینگی) لگانے کے دو اسباب ہوتے ہیں:

ا۔ بوجہ بیماری طبیب سینگی کا علاج تجویز کرتا ہے۔

۲۔ بطور تحفظ، یعنی مستقبل میں حفظان صحت کے خیال سے لگوایا جاتا ہے۔

جسم انسانی میں سینگی لگانے کے مقامات کون کون سے ہیں؟ اس طریق علاج کا مناسب وقت کیا ہے؟ اور اس قسم کا علاج کن کن امراض و اسقام میں کارگر ہوتا ہے؟ ان کا تذکرہ آئندہ قسط میں لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ

(اس مضمون کی تیاری میں کویت میں شائع شدہ ایک پمفلٹ ''الحجامۃ'' سے استفادہ کیا گیا۔)

۞۞۞۞۞۞

بے کار ہے

بیکار ہے وہ علم جس میں عمل نہ ہو
بیکار ہے وہ دولت جس میں سخاوت نہ ہو
بیکار ہے وہ دل جس میں درد نہ ہو
بیکار ہے وہ زندگی جس میں صحت وخوف خدا نہ ہو
بیکار ہے وہ صورت جس میں سیرت نہ ہو
بیکار ہے وہ دوست جس میں وفا نہ ہو
بیکار ہے وہ کام جس میں اصول نہ ہو
بیکار ہے وہ خواب جس میں حقیقت نہ ہو
بیکار ہے وہ پھول جس میں خوشبو نہ ہو
بیکار ہے وہ نیند جس میں سکون نہ ہو
بیکار ہے وہ نام جس کا کوئی معنی نہ ہو
بیکار ہے وہ مسلمان جس میں پرہیزگاری نہ ہو

تهذيب وتربيت قسط: 1

آداب الٰهی

ابوحبیب حمید اللہ عبد الصمد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عام جسمانی نعمتوں کے علاوہ فہم وادراک اور عقل وبصیرت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرما کر اشرف المخلوقات بنایا۔فرمان الٰہی ہے:﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾[الاسراء:۷۰]"بے شک ہم نے اولادآدم کو عزت بخشی۔"

خوش قسمت انسانوں نے اپنی ان صلاحیتوں کو دنیاوی مفادات کے علاوہ دینی ونظریاتی مقاصد میں بھی بروئے کار لا کر انسانیت کا اعلیٰ رتبہ حاصل کیا،ان کی دنیا بھی سکون،سلیقے اور عزت واحترام سے گزرتی ہے اور بعداز وفات صرف یہی لوگ کامل واکمل رحمت الٰہی ونعمت سرمدی کے مستحق ہوں گے۔

جبکہ بدنصیب انسانوں نے اپنی جسمانی وذہنی صلاحیتوں کو صرف دنیا کی دولت وشہرت کمانے میں صرف کیا اور نظریاتی ودینی میدان میں بے سروپا حکایات اور﴿ وجدنا علیه اباء نا﴾کے بل پر باپ دادا کے رسوم ورواج کی تقلید پر فرحاں ونازاں رہے۔ جبھی تو ان میں مختلف قسم کی فرقہ پرستی اور گروہ بندی نے جڑ پکڑ لی۔ان کی گمراہی کے مظاہر تو بے شمار ہیں،لیکن کج روی کا بنیادی سبب یہی ہے جسے رب العزت نے بیان فرمایا:﴿ وما قدروا الله حق قدره ﴾[الانعام: ۹۱]یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کے بارے میں غلط اندازہ لگایا،اس کی شان وعظمت کے پہچاننے میں بڑی کوتاہی کی!

آج بھی دنیا میں جس قدر''الحادولادینی''اور ماڈرن اصطلاح میں''روشن خیالی اور ترقی پسندی''پروان چڑھ رہی ہے،اور اس کے طفیل انسان اعلیٰ اخلاقی اقدار سے عاری ہو کر قعر مذلت میں گر رہے ہیں'اس پسماندگی کا واحد علاج یہی ہے کہ بنی نوع آدم کو اللہ پاک کی صحیح پہچان کرائی جائے۔اگر ہم اپنے خالق ومالک کی معرفت حاصل کر کے اس کے آداب کی پاسداری کریں تو دنیا حقیقی ''روشن خیالی'' سے منور ہو کر امن ومروّت اور ترقی وفلاح کی منزل مراد حاصل کر سکتی ہے۔

وہ مطلوبہ آداب درج ذیل ہیں:

[ا] وجود باری تعالیٰ اور وحدانیت خالق کا یقین کرنا:

کہ انسان کلام الٰہی اور حدیث نبوی کی روشنی میں اللہ ﷻ کے وجود اور اس کی **وحدانیت** پر غیر متزلزل ایمان اور کامل یقین رکھے۔ ﴿إن الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة......﴾ کلمہ طیبہ کے اقرار کا مقصد بھی یہی ہے،جس کے بغیر کوئی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

[۲] **اللہ پاک کی ذات اوراس کے اسماء وصفات کی معرفت:**

قرآن مجید فرقان حمید اور صحیح احادیث میں اللہ رب العزت کی ذات پاک، اس کے اسماء حسنیٰ صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ میں سے جو کچھ وارد ہوا ہے، ان تمام کی سادہ عربی عبارت کو سمجھ کر انہیں حقیقی معانی میں تسلیم کرنا ضروری ہے۔ پھر باطل پرستوں کے پھیلائے گئے اوہام وخرافات اور اعتراضات کے ازالے کے لیے قرآن مجید کے عطا کردہ اس اصولی قاعدے پر مکمل ایمان رکھے: ﴿لیس کمثلِہ شیءٌ وھو السمیعُ البصیر﴾ [الشوری/ ۱۱] اللہ پاک کسی بھی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اور اُس کی ذات بابرکت ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ وہ سمع اور بصر کی صفات کاملہ ودائمہ سے متصف ہے اور صفت سمع وبصر سمیت اُس کے تمام اوصاف اُس ذات واحد کی شان جلالت کے لائق ہیں۔

[۳] **اللہ پاک کی نعمتوں کا شکرادا کرنا:**

انسان کو یہ حقیقت ہر لحظہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ وہ رحم مادر میں جنین بننے سے لے کر اس دنیا سے چلے جانے تک ہر وقت اپنے خالق ومالک کی بے شمار نعمتوں اور احسانات سے فائدہ اٹھارہا ہے۔ ﴿وان تعدّوا نعمت اللہ لا تحصوھا﴾ [ابراھیم: ۳۴، نحل: ۱۸] ''اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو انہیں پورے گن نہیں سکتے۔'' حتیٰ کہ ہم اپنے وجود ہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ادائیگی شکر کا طریقہ یہ ہے کہ انسان ذکر الٰہی سے رطب اللسان اور معمور القلب رہے۔ جب اخلاص کے ساتھ یہ واقع ہوگا تو لامحالہ اس کے اعضاء وجوارح ہر دم اس کی فرمانبرداری میں لگے رہیں گے۔ اور وہ اس کی نافرمانی کے تصور ہی سے کانپ اٹھیں گے۔ اگر کبھی بتقاضائے بشریت اس سے معصیت سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرکے آئندہ کے لیے مزید محتاط ہو جائے گا۔

منعم حقیقی کے فضل وکرم کا انکار اور اس کے احسانات وانعامات کی ناشکری رب ذوالجلال کی شان میں انتہائی بے ادبی وگستاخی ہے۔ اور اس احسان فراموشی وطوطا چشمی کو رب العزت نے'' **کفر** '' قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون﴾ [البقرۃ/ ۱۵۲] ''پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا **شکر** ادا کیا کرو اور مجھ سے **کفر** نہ کرو۔'' پھر **شکر** کی جزا کے ساتھ اس ''**کفر**'' یعنی کفرانِ نعمت پر وعید شدید نازل فرمائی: ﴿ واذ تأذّن ربکم لئن شکرْتم لأزیدنّکم ولئن کفرتم إن عذابی لشدید﴾ [ابراھیم/۷] ''اور یاد رکھو جب تمہارے پروردگار نے تمہیں خبردار کردیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو ضرور تمہیں مزید بڑھ چڑھ کر دوں گا، اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

[۴] **اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا:**

جو انسان اس حقیقت کو جانتا اور مانتا ہو کہ میرا خالق ومالک میرے تمام احوال کا مکمل علم رکھتا ہے، اس کا سمع وبصر، زمان